

”یہ وہ ہے جو ہماری حکمران طبقے نے فیصلہ کیا ہے کہ عام ہوگا“: ایرون بوشنل کو یاد کرتے ہوئے

25 فوری 2024 کو، 25 سالہ امریکی فضائیہ کا اہلکار ایرون بوشنل نے واشنگٹن ڈی سی میں اسرائیلی سفارتخانے کے گیٹ کی طرف پر سکون چلا گیا۔ فوجی یونیفارم میں ملبوس، اس نے لایو سٹریم پر نرم آواز میں کہا:

”میں یونائیٹڈ سٹیٹس ایئر فورس کا فعال ڈیوٹی ممبر ہوں، اور میں اب نسل کشی میں شریک نہیں رہوں گا۔ میں ایک انتہائی احتجاجی عمل کرنے والا ہوں، لیکن فلسطین میں لوگوں کے ساتھ جوان کے نوآبادیاتیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے اس کے مقابلے میں یہ بالکل انتہائی نہیں۔ یہ وہ ہے جو ہماری حکمران طبقے نے فیصلہ کیا ہے کہ عام ہوگا۔“

لمحوں بعد، اس نے خود کو آگ لگالی۔ جیسے ہی شعلے اسے نگل رہے تھے، وہ بار بار چیخ رہا تھا: ”فرمی فلسطین!“

ایرون بوشنل چند گھنٹوں بعد مر گیا۔ اس کا جسم تباہ ہو گیا، لیکن اس کے الفاظ نے ضمیر، شریک جرم، اور اخلاقی خاموشی کی قیمت پر عالمی گفتگو کو بھر کا دیا۔

ضمیر کا شہید

ایرون بوشنل کو شہید کہنا اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ ایک ایسی سچائی کے لیے مراجس سے وہ مزید انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا عمل مایوسی سے نہیں، بلکہ یقین سے کیا ہوا۔ ایک بنیاد پرست انکار کہ وہ اپنے اردو گرد یکھی جانے والی اخلاقی منافقت میں زندگی گزارے۔

بوشنل نے طاقت کی مشینری کو سمجھا تھا۔ ایک بھرتی شدہ اہلکار کی چیخت سے، اس نے دیکھا تھا کہ اطاعت اور یورو کریسی دوری جنگوں کو کیسے برقرار رکھتی ہے، شہریوں کی تکالیف کو اعداد و شمار میں کیسے کم کیا جاتا ہے، اور نظام ”قومی سلامتی“ اور ”ضمیر“ نقصان ”جیسے الفاظ سے ظلم کو کیسے پاک کرتے ہیں۔

لیکن اس کی بغاوت صرف عوامی نہیں تھی؛ یہ دل دہلا دینے والی ذاتی بھی تھی۔ موت سے پہلے، اس نے اپنی زندگی کی تمام بچت فلسطین چلڈرن ریلیف فنڈ کو عطا کر دی، ایک تنظیم جو جنگ کے نوجوان متأثرین کو طبی دیکھ بحال اور امداد فراہم کرتی ہے۔ اس نے اپنے بیمارے بلی کی دیکھ بحال کے لیے ایک پڑوسی کا بندوبست بھی کیا، یہ یقینی بناتے ہوئے کہ اس کے آخری احتجاجی عمل میں بھی رحم ہر فیصلے کی رہنمائی کرتا ہے۔

ایسے اشارے ظاہر کرتے ہیں کہ اس کا احتجاج زندگی کا انکار نہیں، بلکہ اس کی حفاظت تھا۔

موت سے چند دن پہلے، اس نے آن لائن پوسٹ کیا:

”ہم میں سے بہت سے لوگوں کو خود سے پوچھنا پسند ہے، ’اگر میں غلامی کے دور میں زندہ ہوتا تو کیا کرتا؟ یا جنم کرو جنوبی امریکہ میں؟ یا اپارٹھائیڈ میں؟ اگر میرا ملک نسل کشی کر رہا ہوتا تو کیا کرتا؟‘ جواب یہ ہے، تم کر رہے ہو۔ ابھی۔“

یہ بیان اعتراف بھی تھا اور چیلنج بھی۔ ایک آئینہ جو ایک ایسے معاشرے کے سامنے رکھا گیا جو اخلاقی پس منظر کی فخر کرتا ہے جبکہ معاصر ظالم کو برداشت کرتا ہے۔

ناقابل تصور کی عامیت

بوشنل کا خوفناک انتباہ۔ ”یہ وہ ہے جو ہماری حکمران طبقے نے فیصلہ کیا ہے کہ عام ہوگا۔“ مبالغہ آرائی نہیں تھا۔ یہ تشخیص تھی۔ اس نے ایک ایسی دنیا دیکھی جہاں غزہ میں پوری پڑوس کی تباہی، شہریوں کا بھوکار کھانا، اور بچوں کا قتل پالیسی اور دفاع کی زبان میں جواز پیش کیا جا سکتا ہے۔

اس کے لیے دہشت خود تشدیدیں نہیں، بلکہ اس تشدد کو کتنی آسانی سے دور کیا جاتا ہے میں تھی۔ جب حکومتیں انسانی حقوق کی خلاف ورزی بغیر سزا کے کرتی ہیں، اور جب عوام اسے جیو پولیٹکس کا پس منظر کا شور سمجھ کر قبول کرتی ہے، تو ظالم واقعی عام ہو جاتا ہے۔

بوشنل کا عمل اس نئی عامیت کو قبول کرنے سے انکار تھا۔ اس کی آگ نے اعلان کیا: ”نہیں، یہ عام نہیں ہو سکتا۔“

بین الاقوامی قانون کی ٹولی ہوئی اتحارٹی

بوشنل کے احتجاج کے دل میں غزہ کے لیے ہمدردی ہی نہیں، بلکہ انسانیت کے مستقبل کا خوف تھا۔ جب بین الاقوامی قانون کی معیارات۔ اجتماعی سزا، شہریوں کو نشانہ بنانے، یا بھوک کو جنگ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے خلاف۔ بغیر نتائج کے توڑ دیے جاتے ہیں، تو مثال عالمی تباہی کو مدعا کرتی ہے۔

وہ سمجھتا تھا کہ ایک تنازعہ میں احتساب کی کٹاؤ ہر اس کے بعد آنے والی قوم کو خطرے میں ڈالتی ہے۔ جب قانون انتخابی ہو جاتا ہے، جب انصاف مشروط ہو، تو اخلاقیات خود قابل مذاکرہ ہو جاتی ہے۔ اس کی موت اس طرح اخلاقی فریاد اور نبوی انتباہ دونوں تھی: دنیا اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک طاقت شرم کے بغیر قتل کر سکے۔

ضمیر کا گونج: اخلاقی انتباہ کی نسل

بوشنل کے الفاظ ان مفکرین کی پائیدار روایت سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے اصرار کیا کہ برائی نفرت پر نہیں، بے حسی پر پروان چڑھتی ہے۔ اس کی تأملات وقت کے پار گوئختی ہیں۔ آئن سلطان کی انسانیت پسندی، برک کی سیاسی حقیقت پسندی، اور ایلی ویزیل کی اخلاقی گواہی کے ساتھ۔ ہر ایک اپنے دور میں شریک جرم کے سوال کا سامنا کرتا ہے۔

جب بوشنل نے لکھا:

”ہم میں سے بہت سے لوگوں کو خود سے پوچھنا پسند ہے، اگر میں غلامی کے دور میں زندہ ہوتا تو کیا کرتا؟ یا جنم کرو جنوبی امریکہ میں؟ یا اپارٹھائیڈ میں؟ اگر میرا ملک نسل کشی کر رہا ہوتا تو کیا کرتا؟“ جواب یہ ہے، تم کر رہے ہو۔ ابھی۔“

وہ اس نسل میں شامل ہو گیا۔ تاریخ کی اخلاقی پس منظر کی بصیرت کو موجودہ دور کی الزام تراشی میں تبدیل کرتے ہوئے۔

آئن سلطان: دیکھنے کی قیمت

البرٹ آئن سلطان کو اکثر منسوب کیا جانے والا اقتباس، اگرچہ غیر تصدیق شدہ، بوشنل کے معنی کو پکڑتا ہے:

”دنیا کو برائی کرنے والوں سے نہیں، بلکہ انہیں دیکھنے والوں سے تباہ کیا جائے گا جو کچھ نہیں کرتے۔“

دونوں آدمیوں نے تسلیم کیا کہ برائی شاذ و نادر ہی خود کو اعلان کرتی ہے؛ یہ استغفی اور اطاعت کے ذریعے روزمرہ زندگی میں رس جاتی ہے۔ بوشنل نے دیکھنے والا بننے سے انکار کیا۔ اس کا عمل غیر فعالیت کا حتمی انکار تھا۔ ایک اعلان کہ خاموشی خود

طاقوروں کے ہاتھوں میں ہتھیار ہے۔

برک: "اچھے لوگوں" کی مہملک غیرفعالیت

ایڈمنڈ برک کا مشہور انتباہ اب بھی گنج رہا ہے:

"برائی کے فتح کے لیے ضروری واحد چیز یہ ہے کہ اچھے لوگ کچھ نہ کریں۔"

بوشنل کا بیگام اس خیال کو نتی فوریت دیتا ہے۔ اس کے دور کے "اچھے لوگ" ورنہ نہیں تھے بلکہ شہری، پیشہ ور، اور فوجی جو خاموشی سے تباہی کے نظاموں کو برقرار رکھتے تھے۔ "تم کر رہے ہو۔ ابھی" کہہ کر، بوشنل نے شریک جرم غیر جانبدار ہے کی آرام دہ توہم کو توڑ دیا۔ یہ غیرفعالیت کے ذریعے نقصان میں فعال شرکت ہے۔

ویزل: ہمدردی کی موت

اور ایلی ویزل کی 1986 کی نوبت لیکھر سے خوفناک الفاظ میں:

"محبت کا مخالف نفرت نہیں، بے حسی ہے۔"

ویزل کے لیے بے حسی نے آشوٹر کو وجود میں آنے دیا؛ بوشنل کے لیے بے حسی غزہ کو جلنے دیتی ہے۔ دونوں نے دیکھا کہ سب سے بڑا خطرہ غصہ نہیں، بلکہ اخلاقی بے حسی ہے جو ظلم کو پھیلنے دیتی ہے جبکہ دنیا سکرینوں کے ذریعے دیکھتی رہتی ہے۔

بوشنل کی آوازان کی آوازوں میں شامل ہوتی ہے۔ نظریے میں نہیں، بلکہ شعلوں میں۔

آگ کے ذریعے گواہی

تاریخ بھر میں خود سوزی گواہی کی سب سے انتہائی شکل رہی ہے۔ سائیگون میں تھج کو انگ ڈک کے خاموش احتجاج سے لے کر آزادی کے لیے خود کو آگ لگانے والے بتی راہبوں تک۔ ہر عمل اخلاقی فریاد کو تکلیف کی عالمگیر زبان میں ترجمہ کرتا ہے۔

ایرون بوشنل اس بنیاد پرست گواہی کی نسل میں شامل ہو گیا۔ اس کے شعلے صرف غصے کی علامت نہیں تھے، بلکہ طاقتوروں کی بے حس ضمیر کو جگانے کی کوشش تھی۔ اس نے دوسروں کو تباہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ صرف یہ یاد دلانے کے لیے کہ ہمارے نام پر زندگی خود تباہ ہو رہی ہے۔

وہ بدلہ نہیں، آزادی کی بات کرتا تھا۔ مایوسی نہیں، یلچھتی کی۔

وہ بوجھ جو وہ چھوڑتا ہے

ایرون بوشنل کو یاد کرنا ایک بھاری ذمہ داری اٹھانا ہے۔ اس کی زندگی کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی شریک جرم کا سامنا کریں ان نظاموں میں جو ہم آباد کرتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے، وہ قبر کے پار سے پوچھتا ہے، اب بھی اسے "عام" کے طور پر قبول کرتے رہتے ہیں جو ہمیں خوفزدہ کرنا چاہیے؟

اس نے کوئی مشور نہیں چھوڑا، کوئی تنظیم نہیں۔ صرف ایک انسان کی مثال جو ظلم کو عام کرنے سے انکار کرتا تھا۔ اس نے اپنی بیلی کی حفاظت یقینی بنائی، اپنی بچت جنگ زدہ علاقے میں پھنسے بچوں کو دی، اور تاریخ میں ایک زندہ سوالیہ نشان کے طور پر چلا گیا: تم کیا کرتے؟

اس کا انتباہ، "یہ وہ ہے جو ہماری حکمران طبقے نے فیصلہ کیا ہے کہ عام ہوگا"، صرف اشرافیہ پر الزام نہیں ہے۔ یہ ہم سب کے لیے آئینہ ہے۔ کیونکہ جو اوپر سے عام کیا جاتا ہے وہ صرف اس لیے زندہ رہتا ہے کیونکہ نیچے سے قبول کیا جاتا ہے۔

اختتام: ایک شعلہ جو کھینے سے انکار کرتا ہے

ایرون بوشنل کا آخری عمل اختتام نہیں بلکہ آغاز تھا۔ اجتماعی انکار کے کپڑے میں ایک دراٹ۔ اس کی موت ہمیں یاد دلاتی ہے لہ ضمیر اب بھی موجود ہے، چاہے سلطنت کی مشینزی کے نیچے دفن ہو۔

وہ ایک فوجی تھا جس نے اطاعت پر انسانیت کا انتخاب کیا۔ وہ ایک آدمی تھا جس نے اپنی بیلی کی حفاظت بھی یقینی بنائی جبکہ خود شعلوں میں چلا گیا۔ وہ ایک شہری تھا جس نے قبول کرنے سے انکار کیا کہ نسل کشی کبھی "عام" ہو سکتی ہے۔

"یہ وہ ہے جو ہماری حکمران طبقے نے فیصلہ کیا ہے کہ عام ہوگا۔"

ان الفاظ کو ہر حکومتی ہال، ہر نیوزروم، اور ہر خاموش گھر میں گوئے دو۔ وہ صرف اس کا انتباہ نہیں۔ وہ ہمارا فیصلہ ہیں۔

ایرون بوشنل کو یاد کرنا اس بات سے انکار ہے کہ اس کا احتجاج رائیگاں تھا۔ اس کی آگ ہمیں گانے، عمل کرنے، اور غیر انسانی کو عام کرنے کو ختم کرنے کی دعوت دیتی ہے قبل اس کے کہ یہ ہم سب کو نگل جائے۔